بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات بابت پارۂ نوزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ و ۵ متعلق صفحہ ۵۷۷

تفسیر برہان میں کتاب الغیبۃ سے بروایت حضرت جابر ابنِ عبداللہ انصاری نقل کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اہلِ یمن کا ایک ڈیپوٹیشن (وفد) آیا۔ آنحضرتؐ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ اہلِ یمن تمہارے پاس آتے ہیں یہ ایک رنگ سے دوسرا رنگ بآسانی قبول کر لیا کرتے ہیں۔ جب وہ لوگ آنحضرتؐ کی حضور میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اِن کے دل نرم ہیں مگر اِن کا ایمان مضبوط ہے۔ منصور انہی میں سے ہوگا جو ستر ہزار آدمی سے میرے بیٹے اور میرے وصی کے بیٹے (مراد ہیں جناب صاحب الامر علیہ السلام) کی نصرت کے لئے نکلے گا۔ اُن سب کی تلواروں کے پرتلے چمڑے کے ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ آپ کے وصی کون ہیں؟ فرمایا وہی ہے جس کے ساتھ تمسک کرنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۲) اس پر اُن لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! ذرا ہمارے لئے کھول کر بیان فرما دیجئے کہ مندرجۂ بالا قولِ خدا میں حبل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا قولِ خدا اس کا مفسّر ہے اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ (دیکھو صفحہ ۱۰۱ سطر ۲) پس حَبْلٌ مِّنَ اللّٰہِ سے مراد کتابِ خدا ہے اور حَبْلٌ مِّنَ النَّاسِ سے مراد میرا وصی ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! آخر وہ آپ کا وصی ہے کون؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ (دیکھو صفحہ ۷۴۲ سطر ۴) لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! یہ جنب اللہ کیا چیز ہے؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا (دیکھو صفحہ ۵۷۷ سطر ۹، ۱۰) فرمایا وہی میرا وصی ہے جو میرے بعد مجھ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! آپ کو اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے آپ ہمیں اپنے وصی کو دکھا دیجئے۔ ہم تو اُس کی زیارت کے بہت ہی مشتاق ہو گئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کو متوسّمین (فراست سے پہچاننے والوں) کے لئے نشانی قرار دیا ہے۔ پس اگر تم اُس کو اُس شخص کی سی نظر سے دیکھو گے۔ جس کی

شان میں خدا نے فرمایا مَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ (دیکھو صفحہ ۳۰ سطر ۱) تو تم اُس کو پہچان لو گے کہ وہی میرا وصی ہے۔ جیسے کہ تم نے یہ پہچان لیا کہ میں ہی تمہارا نبی ہوں۔ پس اب تم صفوں میں چلو پھرو اور چہروں کو غور سے دیکھو بھالو۔ پس جس کی طرف تمہارے دل کھنچیں سمجھ لو کہ وہ وہی ہے۔ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ اُسی کے بارے میں اپنی کتاب میں (دعائے ابراہیم کو نقل) فرماتا ہے فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ (دیکھو صفحہ ۱۴ سطر ۲) اس میں ضمیر "هِمْ" سے مراد خود میرا وصی اور اُس کی وہ اولاد ہے جو معصوم اور لائق درود و سلام ہیں۔ جابر فرماتے ہیں کہ اس پر قبیلۂ اشعریین میں سے ابن عامر اشعری اور قبیلۂ خولانیین میں سے ابو عزہ خولانی اور ظبیان اور عثمان ابن قیس اور قبیلۂ دوسیین میں سے غریۂ دوسی اور لاحق ابن علاقہ کھڑے ہوئے۔ صفوں کے اندر انہوں نے گشت لگائی۔ چہروں کو دیکھا بھالا اور اصلع[1] بطین[2] کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہمارے دل تو اس کی طرف کھنچتے ہیں۔ اس پر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نے رسول خدا کے وصی کو پہچان لیا۔ قبل اس کے کہ تم اُسے جانتے ہو تو تم خود برگزیدۂ خدا ہو گئے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے پہچانا کس ذریعہ سے کہ یہ وہی ہیں؟ اس پر وہ لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہم نے سب ہی لوگوں کی طرف نظر ڈالی تو ہمارے دل پر اُن کا کوئی اثر نہ ہوا۔ لیکن جب ہم نے اس بزرگ کی طرف دیکھا تو پہلے تو ہمارے دل کانپ گئے۔ پھر ہمارے نفس مطمئن ہو گئے۔ پھر ہمارے جگر پانی ہو گئے۔ اور ہماری آنکھیں بھر آئیں۔ ہمارے سینے نورانی ہو گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا یہ ہمارے باپ ہیں اور ہم ان کے بیٹے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ ۷۰ سطر ۵) تمہاری اس سے وہی منزلت ہے جو تم بیان کر چکے۔ اسی منزلت کے سبب سے نیکی تمہارے حق میں پہلے ہی طے ہو چکی۔ اور تم جہنم سے دُور رہو گے۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار جن کے نام لئے گئے زندہ رہے تا آنکہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل و جنگ صفین میں حاضر ہوئے اور سب کے سب نے صفین میں شہادت پائی۔ جناب رسول خدا ان کی نسبت صاف جنت کی خوشخبری دے

---

[1] اصلع وہ شخص ہے جس کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہ اُگے ہوں اور بعض احادیث میں بجائے اصلع لفظ انزع مذکور ہوا ہے جو اصلع کے ہم معنی ہے اور مراد یہ ہے کہ منزوع الشرک تھے یعنی کبھی نجاست شرک میں آلودہ نہ ہوئے تھے۔ ۱۲۔ منہ

[2] بطین وہ شخص ہے جس کا پیٹ بڑا ہو یہ لفظ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے اوصاف میں مذکور ہوا ہے اُس سے حضرتؑ کا علم و حکمت سے پُر ہونا مراد ہے۔ ۱۲۔ منہ

چکے تھے اور یہ خبر بھی دے چکے تھے کہ وہ جنابِ امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب کی معیت میں شہادت پائیں گے۔

کافی میں جابر ابنِ یزید جعفی علیہ الرحمہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یا ابنِ رسول اللہ! یہ شیعہ فرقوں کے جو آپس کے اختلاف ہیں اس نے تو مجھے پریشان کر دیا۔ فرمایا اے جابر! کیا میں تجھے ان کے اختلاف کا مطلب نہ سمجھا دوں کہ ان میں اختلاف کس حیثیت سے ہوا۔ اور یہ کس وجہ سے فرقہ فرقہ بن گئے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! ضرور سمجھا دیجئے۔ فرمایا کہ جب لوگ اختلاف کریں تو تُو اختلاف نہ کیجیو۔ اے جابرؓ! سُن لے کہ امامِ زمانہ کا مُنکر ویسا ہی ہے جیسے جنابِ رسوُلِ خدا کے زمانہ میں اُن کا مُنکر۔ اے جابرؓ! اب جو میں کہتا ہوں اُسے غور سے سُن لے۔ اور اپنے ہی دل میں رکھیو۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ جس وقت تک چاہوں؟ فرمایا غور سے سُن لے۔ اور اُس جگہ تک دِل میں رکھیو جہاں تک کہ تیری سواری تجھ کو لیجائے (تصحیح)۔ مطلب یہ ہے کہ قریب وفات دوسروں کی ہدایت کے لئے اس کا اظہار کر دیجیو۔ تاکہ دشمنوں کی ضرر رسانی سے تو خود محفوظ رہے اور امرِ ہدایت بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ واقعہ جو آگے ارشاد ہوا حسبِ ذیل ہے)

جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے سات دن بعد جب کہ قرآن مجید کو (حسب تنزیلِ الٰہی) مرتب و مکمل کرنے سے فراغت پائی تو جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے شہر مدینہ میں لوگوں کے سامنے اس طرح خطبہ پڑھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَعْدَمَ الْاَوْهَامَ اَنْ تُنَالَ اِلَّا وُجُوْدَهٗ وَ حَجَبَ الْعُقُوْلَ اَنْ تَتَخَيَّلَ ذَاتَهٗ لِامْتِنَاعِهَا مِنَ الشِّبْهِ وَالتَّشَاكُلِ (ہر طرح کی تعریف اُسی خدا کے لئے زیبا ہے جس نے اوہام کو اس طرح معدوم کیا کہ کہیں پائے ہی نہیں جاتے سوائے اس کے کہ خود اس کا وجود (یعنی اُس کی ہستی معمولی طور پر عقل میں آجانے کی چیز نہیں ہے) اور عقلوں پر ایسے پردے ڈالے ہیں کہ اُس کی ذات کا خیال ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ وہ نہ کسی چیز کے مانند ہے نہ کسی چیز کے ہم شکل) یہ خطبۂ جلیلہ بہت بڑا ہے۔ اس کا ابتدائی بڑا حصّہ فرمانے کے بعد حضرتؑ نے یوں ارشاد کیا کہ "لوگو! خدائے بزرگ و برتر نے اپنے نبی صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خاص وسیلہ کا وعدہ فرمایا اور خدا کا وعدہ برحق ہے اور وہ اپنے وعدہ کے ہرگز ہرگز برخلاف نہ کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ وہ خاص وسیلہ جنّت کا اعلےٰ درجہ ہے۔ اور قربِ خدا کی انتہائی منزل اور آرزوؤں کی سب سے اونچی چوٹی۔ اُس کے ہزار زینے ہوں گے کہ ایک زینے سے دوسرے زینے تک اتنا فاصلہ ہوگا جتنا ایک عمدہ گھوڑے کی دوڑ لاکھ برس میں طے کر سکے۔ اور وہ زینے سلسلے وار اس طرح ہیں۔ پہلا زینہ موتی کا۔ دوسرا جواہر کا۔ تیسرا زبرجد کا۔ چوتھا

بڑے موتی کا۔ پانچواں بڑے یاقوت کا۔ چھٹا زمرد کا۔ ساتواں مرجان کا۔ آٹھواں کافور کا۔ نواں عنبر کا۔ دسواں بلخش کا۔ گیارہواں سونے کا۔ بارھواں چاندی کا۔ تیرھواں بادل کا۔ چودہواں ہوا کا۔ پندرھواں نور کا۔ ان سب کو طے کر کے جنت میں پہنچتے ہیں جس کے دروازہ پر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دو ردائیں اوڑھے بیٹھے ہوں گے۔ از آنجملہ ایک رحمتِ خدا کی ہوگی اور دوسری نورِ خدا کی۔ تاجِ نبوت اور اکلیلِ رسالت آپ کے سر اطہر پر ہوگا جس کے نور سے تمام میدانِ حشر جگمگ جگمگ کرتا ہوگا۔ اور میں اُس دن بڑے درجہ پر ہونگا۔ وہ صرف جنابِ رسولِ خدا کے درجہ سے (تو) کم ہوگا (اور سب سے اعلےٰ) میں بھی اُس دن دو ہی چادریں اوڑھے ہوں گا۔ ایک ارغوانی نور کی اور دوسری کافور کی۔ رہے اور رسولؑ اور اوصیاء اور مختلف زمانہ کے بزرگ اور خدا کی حجتیں۔ یہ سب ہم سے نیچے رتبہ پر ہوں گے۔ ہمارے دائیں ہاتھ کی طرف ان میں سے اکثر نور و کرامت کے خلعے پہنے ہوئے ہوں گے۔ اور کوئی مقرب فرشتہ اور مرسل نبی ایسا باقی نہ رہے گا جو ہمارے نور کو دیکھ کر مبہوت نہ ہو جائے۔ اور ہماری روشنی اور جلال سے متعجب نہ ہو۔ اور اُس مقررہ وسیلہ کے دائیں طرف یعنی جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف جہاں تک نظر کام دے گی ایک بدلی چھائی ہوئی ہوگی جس سے یہ آواز آتی ہوگی کہ اے اہلِ محشر! خوشحال اُس کا جس نے وصی سے دوستی رکھی اور نبی اُمی عربی پر ایمان لایا۔ اور جو اُس کا منکر رہا جہنم اُس کی وعدہ گاہ ہے۔ اور اس مقررہ وسیلہ کے بائیں طرف یعنی جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے بائیں ہاتھ ایک غبار سا ہوگا (جیسے کہ سخت گرمی کے موسم میں آندھی آنے سے پہلے آسمان پر چھا جایا کرتا ہے) اس سے یہ آواز آتی ہوگی۔ خوشحال اس شخص کا جس نے وصی سے دوستی رکھی اور نبی اُمی پر ایمان لایا۔ اُسی کی قسم جس کے ہاتھ اعلےٰ اختیار ہے سوائے اُس شخص کے جو اپنے خالق کی حضور میں ان دونوں کی سچی محبت کے ساتھ آئے گا۔ اور اُن کی اولاد کا پیرو ہوگا اور کوئی نہ کامیاب ہوگا اور نہ راحت و جنت تک پہنچیگا۔ پس اے خدائے تعالےٰ کی مقرر کردہ ولایت کو ماننے والو! تم تو اپنی سرخروئی کا اور اپنے سرداروں کی بزرگی کا اور اپنی ذاتی عزت و کامیابی کا یقین کر لو۔ آج کے دن تم تختوں پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھو گے۔ اور اے انحراف کرنے والو! اور خدائے تعالےٰ سے یعنی اُس کی یاد سے اور اُس کے رسول سے اور اُس کی راہ سے اور مختلف زمانے کے بزرگوں سے رُکنے والو اور روکنے والو! تم اپنی روسیاہی کا اور اپنے پروردگار کے غضب کا باور کر لو۔ یہ اُس کرتوت کا بدلہ ہے جو تم کیا کرتے تھے اور پہلے ایک رسول اور ایک نبی بھی ایسا نہیں گزرا جو اپنے بعد کے آنے والے رسول کی خبر نہ دیتا رہا ہو اور جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری

کی خوشخبری نہ سُناتا رہا ہو اور اپنی قوم کو آنحضرتؐ کے اتباع کی وصیت نہ کرتا رہا ہو۔ اور اپنی امت سے ایسا صاف صاف بیان نہ کرتا رہا ہو جس سے وہ آنحضرتؐ کی صفات کو پہچان لیں اور خود اس نبی کا بھی اتباع کریں تو آنحضرتؐ کی شریعت کے موجب اور بعد اُس نبی کے کسی کے بہک جانیکا اندیشہ نہ رہے پس جو گمراہ ہوا اور بہکا تو بعد اسکے کہ اُس کے نبی کی طرف سے کافی ہدایت اور ڈراوا ہو چکا تھا اور حجتِ خدا کو پورا ہونیکے بعد اُس نے بدل دیا تھا اور اُمتوں کو اس بات کی امید باقی رہتی تھی کہ رسولؑ آئیں گے نبی آئینگے۔ اور اگر کسی اُمت کی آزمائش بعد ایک نبی کے آجانیکے دوسرے نبی کی تشریف آوری کے سبب سے کی بھی جاتی تھی تو گو انکی مصیبت اور بلا کتنی ہی بڑی ہو تاہم امید اُس سے زیادہ بڑی ہوتی تھی۔ مگر کوئی مصیبت اور کوئی بلا اُس مصیبت اور بلا سے بڑی نہیں ہے۔ جو آنحضرتؐ کی اُمت کو پیش آئی۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ پر خوشخبری دینا اور ڈرانا سب ختم ہو گیا۔ حجتیں تمام ہو گئیں۔ خدا اور مخلوقِ خدا کے مابین کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ خدا نے بندوں کی خود اپنی ذات تک رسائی کا دروازہ اُنہی حضرتؐ کو مقرر کیا۔ اور بندوں کے اعمال کا نگران اُنہی کو قرار دیا۔ اب کوئی عمل بغیر توسطِ آنحضرتؐ قبول نہیں کیا جائیگا۔ اور آنحضرتؐ کی اطاعت بغیر کسی کو قربِ الٰہی حاصل نہ ہوگا چنانچہ وہ اپنی محکم کتاب میں ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۝ (دیکھو صفحہ ۱۴۰ سطر آخر) تو اس طرح اپنی اطاعت کو جنابِ رسولِ خدا کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا اور اپنی نافرمانی کو آنحضرتؐ کی نافرمانی کے ساتھ ایک کر دیا۔ یہ سب سے بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ خدائے تعالے نے معاملات آنحضرتؐ کے سپرد فرمائے ہیں اور جو آنحضرتؐ کی متابعت یا نافرمانی کرے اُس کے اعمال و افعال کا گواہ اسی حکم محکم کو قرار دیا ہے اور اپنی کتاب عظیم کے دوسرے موقع پر اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی پیروی کی حرص دلانے کے لئے اور آنحضرتؐ کی تصدیق کی رغبت دلانے کے لئے اور آنحضرتؐ کی دعوت قبول کرنے کے لئے ارشاد فرماتا ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ (دیکھو صفحہ ۴۰ سطر ۴) پس آنحضرتؐ کا اتباع خدا کی محبت اور آنحضرتؐ کی رضا۔ گناہوں کی مغفرت۔ نورِ ایمان کے کمال اور جنت کے واجب ہونے کے موجب ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی اطاعت سے روگردانی کرنا خدائے تعالیٰ کی نافرمانی۔ اُس کے غضب۔ اُس کے غصہ۔ اُس سے دوری اور جہنم میں پہنچنے کا باعث ہوگا۔ اور یہ خدائے تعالے کے اس قول سے ثابت ہے وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ (دیکھو صفحہ ۳۵۵ سطر ۷) اس قولِ باری تعالے میں کفر سے مُراد آنحضرتؐ کا انکار اور اُن کی نافرمانی ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالے نے میری وجہ سے اپنے بندوں کا (خاص) امتحان لیا ہے اور میرے ہاتھوں سے اپنے

مخالفوں کو قتل کرایا اور میری تلوار سے اپنے منکروں کو فنا کرایا۔ اور مجھے مومنوں کے لئے تو باعث قربت قرار دیا اور سرکشوں کے لئے موت کی گھاٹی۔ اور گنہگاروں کے لئے سیف (برّان) بنایا۔ اور میری وجہ سے اپنے رسولؐ کی کمر مضبوط کی اور مجھے اُن کی نصرت کرنے کی عزت بخشی اور مجھے اُن کے علم سے مشرف فرمایا اور اُن کے احکام کی تعلیم اور تعمیل کی بزرگی دی اور اُن کے وصی ہونے کی خصوصیت عنایت فرمائی اور اُن کی اُمّت میں اُن کا خلیفہ ہونے کے لئے چن لیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اُس حالت میں جبکہ مہاجر و انصار آنحضرتؐ کے گرد جمع تھے۔ اور محفل اُن سے پُر تھی۔ ارشاد فرمایا لوگو! علیؑ کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسٰےؑ سے تھی۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس مومنین نے رسولِ خدا کے اِس کلام کو جو اللہ کی طرف سے تھا خوب سمجھا۔ چونکہ یہ تو وہ سب جانتے ہی تھے کہ میں جناب رسولِ خدا کا حقیقی بھائی تو ہو ہی نہیں سکتا جیسے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسٰے علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے اور نہ میں نبی ہو سکتا تھا۔ اِس لئے کہ نبوّت تو آنحضرتؐ پر ختم ہی ہو چکی تھی لامحالہ مجھے منزلتِ ہارونی عطا فرمانے کا مطلب اپنی خلافت کا عطا فرمانا تھا جیسے کہ حضرت موسٰے علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تھا۔ جبکہ یہ الفاظ فرمائے۔ اُخۡلُفۡنِیۡ فِیۡ قَوۡمِیۡ وَاَصۡلِحۡ وَلَا تَتَّبِعۡ سَبِیۡلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ (دیکھو صفحہ ۲۶۵ سطر ۱۰) اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول تھا جبکہ ایک گروہ نے آنحضرتؐ سے باتیں کیں اور یہ عرض کی کہ ہم حضور کے غلام ہیں تو آنحضرتؐ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لیگئے پھر وہاں سے فارغ ہو کے غدیرِ خم میں پہنچے اور حکم دیا تو منبر کی سی صورت تیار کی گئی۔ پھر اُس کے اوپر چڑھے اور میرے بازو پکڑ کر اُٹھایا یہاں تک کہ آنحضرتؐ کی سپیدیٔ زیرِ بغل نمایاں ہوئی اور بہت بلند آواز سے اُسی محفل میں فرمایا جس کا میں آقا ہوں یہ علیؑ اُس کا آقا ہے۔ یا اللہ! تو اُس سے دوستی کیجیو جو اِس سے دوستی کرے اور تو اُس سے دشمنی کیجیو جو اس سے دشمنی کرے۔ پس میری دوستی پر خدا کی دوستی موقوف ہوئی اور میری دشمنی پر خدا کی دشمنی۔ اور اُسی دن خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ (دیکھو صفحہ ۱۶۹ سطر ۹، ۱۰) پس میری ولایت کمالِ دین کا باعث اور پروردگارِ عالم کی خوشنودی کا سبب قرار پائی اور خدائے تعالےٰ نے مخصوص میرے لئے اور میری اولاد کی عزت بڑھانے کے لئے اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عظمت میری فرماتے تھے۔ اور جو فضیلت مجھ کو دیتے تھے اُس کے اظہار کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَی اللّٰہِ مَوۡلٰىہُمُ الۡحَقِّ ؕ اَلَا لَہُ الۡحُکۡمُ ۟ وَہُوَ اَسۡرَعُ الۡحٰسِبِیۡنَ ؕ (دیکھو صفحہ ۲۱۴ سطر ۳) اور مجھ میں ایسی منقبتیں ہیں کہ اگر میں اُن کا ذکر

کروں تو رفعتِ قدر عظیم ہو جائے ۔ اور اُن کے غور سے سُننے کو بھی عرصہ درکار ہو اور اگر قمیصِ خلافت کو دو بدبختوں نے کھینچ تان کر اپنے بدن میں پہن لیا اور مجھ سے اُس چیز میں جھگڑا کیا جس میں اُن دونوں کا کوئی بھی حق نہ تھا۔ گمراہی کے سبب سے خلافت کو اپنا مرکب قرار دیا۔ اور جہالت سے اپنے آپ کو کامیاب سمجھا تو جس پر کہ وہ وارد ہوئے کیا بُرا ٹھکانا ہے۔ اور جس کی کہ اُنہوں نے اپنے نفسوں کے لئے ابتدا کی ہے وہ کیا بُرا عمل ہے ۔ وہ دونوں اپنے گھروں میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو لعنت کیا کریں گے اور اُن میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے بیزاری کرے گا اور جس وقت مڈبھیڑ ہوگی تو ہر ایک اپنے ساتھی سے یہ کہیگا یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ہ (دیکھو صفحہ ۸۲۸۔ سطر ۶) پس وہ بوڑھا بدبخت اُس کے جواب میں کہے گا۔ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ہ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ہ (دیکھو صفحہ ۵۰۰۔ سطر آخر) پس وہ ذکر میں ہوں جس سے وہ بھاگ گیا اور وہ سبیل میں ہوں جس سے وہ بھٹک گیا اور وہ ایمان میں ہوں جس کا اُس نے انکار کیا۔ اور وہ قرآن میں ہوں جس کو اُس نے چھوڑ دیا اور وہ دین میں ہوں جس کے بارے میں اُس نے جھوٹ بولا اور وہ راستہ میں ہوں جس کو چھوڑ کر اُس نے کجروی اختیار کی۔ گو چند روزہ دنیا میں وہ چرّے اُچکے) اور اِس فنا ہونے والی کے دھوکے میں آگئے اور اسی کی وجہ سے وہ دونوں (چار و ناچار) جہنم کے گڑھے کے کنارہ پر ہوں گے ۔ بدکنے والی سواری پر سوار ہوں گے۔ اور یاس و نااُمیدی کے ڈیپوٹیشن میں شامل ۔ اور قابلِ لعنت جگہ پر وارد ہونگے۔ چلا چلا کر ایک دُوسرے پر لعنت کرتے ہوں گے ۔ حسرت کے ساتھ دونوں چیختے پیٹتے ہوں گے ۔ کسی طرح کی راحت اُن دونوں کو نہ ملے گی اور کبھی عذاب سے مہلت نہ پائیں گے ۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ لوگ بُتوں کے پجاری تھے اور مندروں کے مہنت ۔ انہوں نے اُن کی پوجا کی رسمیں مقرر کر رکھی تھیں۔ اُن کے لئے نذر بھینٹ چڑھایا کرتے تھے اور قربانیاں کیا کرتے تھے اور اُنہی کیلحاظ سے بحیرہ ۔ سائبہ ۔ وصیلہ اور حام (کنپھٹی اونٹنی ۔ اونٹوں کا سانڈ ۔ بکری کا جڑواں بچہ اور بہت بوڑھا اُونٹ) مقرر کئے تھے ۔ اور تِیّ ڈال کر تیروں کے ذریعہ سے اونٹ کا گوشت تقسیم کیا کرتے تھے (اِس کی تفصیل کے لئے دیکھو صفحہ ۱۶۹ نوٹ نمبر ۱) یادِ خدا سے ہٹے ہوئے ۔ راہِ راست سے دور اور بارگاہ الٰہی سے دوری کی طرف پورے مائل تھے ۔ شیطان اُن پر حاوی ہو گیا تھا۔ اور جاہلیت کے سیاہ رنگ میں شرابور تھے ۔ اپنی جہالت سے اُس کو شیرِ مادر کی طرح پی گئے تھے ۔ اور ضلالت و گمراہی کے ڈورے میں اُس کو پرو لیا تھا۔ پس خدائے تعالے نے ہم

(محمدؐ و آلِ محمدؐ) کو رحمت بنا کر اُن کی طرف بھیجا اور ہم کو اُن کے لئے رأفت قرار دیا اور ہماری وجہ سے گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نور اُن لوگوں کے لئے چمکایا۔ جو اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہیں اور اُن کے لئے فضیلت مقرر کی جو اُس نور کی پیروی کریں اور اُن کے لئے توفیق کی تائید عطا فرمائی جو تصدیق کریں۔ پس بعد ذلت کے وہ معزز ہو گئے اور قلت کے بعد اُن کو کثرت حاصل ہوئی مخالفوں کے دل و دماغ پر اُن کی ہیبت چھا گئی اور بڑے بڑے گردن کش و سرکش اُن کے سامنے ذلیل ہو گئے اور اُن کو ایسی نعمتیں اور بزرگیاں حاصل ہوئیں جن کا زبانوں پر چرچا ہو گیا۔ خوف کے بعد اُنہوں نے امن پایا اور انتشار کے بعد اُن کا جتھا بن گیا۔ اور ہماری ہی وجہ سے معد ابن عدنان کی اولاد فخر کرنے کے قابل ہو گئی۔ ہم نے اُن کو بابِ ہدایت کے اندر پہنچایا اور سلامتی کے گھر میں اُن کو داخل کر دیا۔ ہم نے اُن کو لباسِ ایمان سے آراستہ کیا۔ تمام عالم پر وہ ہماری ہی وجہ سے غالب آئے اور جنابِ رسولِ خدا کے زمانہ میں اُن میں صلحاء کے آثار بھی پیدا ہو گئے۔ کوئی کوئی اُن میں حق کا حمایت کرنے والا اور جہاد کرنے والا پیدا ہوا۔ کوئی نماز پڑھنے والا اور خلوص سے عبادت کرنے والا پیدا ہوا۔ کوئی اعتکاف کرنے والا اور زہد برتنے والا پیدا ہوا۔ امانت داری اُن سے ظاہر ہوئی۔ ثواب کی باتیں نمایاں ہوئیں۔ یہاں تک کہ جب اللہ نے اپنے نبیؐ کو اپنی حضور میں طلب فرما لیا تو اس کے بعد اتنی سی دیر میں کہ پلک جھپکے یا بجلی کی چمک ہو جائے وہ اپنے پچھلے پاؤں پلٹ گئے۔ حق سے اُنہوں نے پیٹھ پھیرا لی۔ کفار جو حق کے مقابلہ میں مارے گئے تھے اُن کے خون کا مطالبہ کرنے لگے۔ ٹولیاں کی ٹولیاں مخالفت پر کھڑی ہو گئیں۔ دروازہ گرا دیا۔ اور خانۂ ایمان کو برباد کر دیا۔ آثارِ جنابِ رسولِ خدا کو بدل ڈالا۔ آنحضرتؐ کے احکام سے نفرت کی۔ اُن کے انوارِ ہدایت سے دوری اختیار کی جس کو آنحضرتؐ خلیفہ کر گئے تھے اُسے چھوڑ کر ایک اور شخص کو اُس کا قائم مقام مان لیا۔ ایسا کرنے میں انتہائے نافرمانی کی حالانکہ گمان یہ کر لیا کہ آلِ ابی قحافہ سے جس شخص کو اُنہوں نے پسند کر لیا ہے وہی جنابِ رسولِ خدا کے مقام پر بیٹھنے کا اُس سے زیادہ حقدار بھی ہے جس کو خود خدائے تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ نے جانشین رسولؐ قرار دیا تھا۔ اور یہ بھی گمان کر لیا کہ آلِ ابی قحافہ کا مہاجر تمام مہاجرین و انصار سے بہتر بھی ہے۔ اور بنی ہاشم و بنی عبد مناف پر حکومت کرنے کا حقدار بھی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ پہلی جھوٹی گواہی جو اسلام میں دی گئی۔ وہ انہی لوگوں کی گواہی تھی کہ اُنہوں نے اپنے یار کو رسول اللہ کا خلیفہ ظاہر کیا۔ مگر جب سعد بن عبادہ رحمہ اللہ کا معاملہ گزرا جو کچھ بھی گزرا تو اپنے اس قول سے پھرے اور یہ اظہار کرنے لگے کہ جنابِ رسولِ خدا بغیر کسی کو خلیفہ کئے دنیا سے چلے گئے۔ پس جنابِ رسولِ خدا پہلے شخص ہیں جن کے بارے میں اسلام

میں جھوٹی گواہی دی گئی۔ حالانکہ جو کچھ یہ لوگ کر چکے ہیں اُس کے کچھ حصّہ کا بدلہ بہت ہی جلد پائیں گے۔ اور جس کی بنیاد پہلے ڈال گئے پچھلے بھی اُس کا بھگتان بھگتیں گے۔ گو کچھ عرصہ تک مہلت ملے۔ اور ایک عرصہ تک مبتلائے مصیبت نہ ہوں۔ جلت پھرت میں آزاد رہیں اور اس دھوکا دینے والی دنیا میں بتدریج پکڑے جائیں۔ فوراً کوئی سزا نہ دی جائے۔ اور دُور و دراز کی اُمیدیں باندھنے کے موقعے ملیں۔ اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے شدّاد ابنِ عاد۔ ثمود ابنِ عود اور بلعم ابن باعورا کو بھی مہلتیں دی تھیں۔ اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں اُن پر پوری کی تھیں۔ مال سے بھی اُن کی مدد فرمائی تھی اور عمریں بھی اُن کو طویل عطا کی تھیں۔ اور زمین اُن کے لئے اپنی برکتوں کے ڈھیر لگاتی تھی تاکہ وہ خدا کی نعمتوں کو یاد کریں۔ پھر اُس کی ہیبت اور اُس کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ اُس کی حضور میں رجوع کریں اور تکبّر سے باز آئیں۔ (مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو) پھر جب اپنی مُدّت پوری کر چکے اور جو کچھ اُن کی تقدیر میں کھانا پینا تھا وہ کھا پی چکے تو خدا تعالےٰ نے اُن کو دھر پکڑا۔ اور پکّل ڈالا۔ پس کوئی تو اُن میں ایسا تھا کہ اُس پر پتھراؤ کیا گیا۔ اور کوئی ایسا تھا کہ اُس کو چیخ نے آلیا۔ اور بعض ایسے تھے کہ اُن کو اندھیریوں نے پھونک دیا اور بعض ایسے تھے کہ اُن کو زلزلہ نے ہلاک کیا۔ اور بعض ایسے تھے کہ وہ زمین میں دھنستے ہی چلے گئے۔ خدا کا تو یہ کام ہے نہیں کہ اُن پر ظلم کرتا۔ وہ کمبخت اپنے آپ پر خود ہی ظلم کیا کرتے تھے۔ یہ یاد رکھو۔ کہ ہر آنے والے امر کے لئے ایک نوشتہ موجود ہے۔ جب اُس نوشتہ کی مُدّت پوری ہو جاتی ہے ہونے والا کام بھی ہو جاتا ہے۔ نافرمان لوگوں کی جوگت بننے والی ہے اور اِن نقصان اُٹھانے والوں کا جو انجام ہونے والا ہے۔ اگر وہ تم کو کھول کر دکھا دیا جائے تو تم جس حالت میں ہو اُس کو چھوڑ کر پورے پورے اللہ والے بن جاؤ۔ لوگو! اسے خوب سمجھ لو۔ کہ میں تم میں ایسا ہی ہوں جیسے کہ فرعون والوں میں حضرت ہارونؑ تھے اور جیسے بنی اسرائیل کے لئے بابِ حطہ تھا۔ اور جیسے نوح علیہ السلام کی قوم میں کشتیِ نوح تھی۔ اور میں بناءِ عظیم (خبر بزرگ) ہوں۔ صدیقِ اکبر میں ہوں۔ اور اس میں کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہے کہ جن چیزوں سے تم کو ڈرایا جاتا ہے اُن کا تم کو کما حقّہٗ علم ہو جائے گا۔ اللہ کے نزدیک عرصہ اتنا ہی باقی ہے۔ جیسے کھانے والا ایک لقمہ گلے سے اُتار رہے یا پینے والا ایک گھونٹ پانی پی لے۔ یا اُونگھنے والا ایک جھونٹا کھائے۔ پھر جو تغیرات واقع ہوں گے وہ اُن کو اس غفلت کا مزا چکھائیں گے۔ دنیا میں تو رسوائی نتیجہ میں ملے گی اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ کیونکہ جو عمل تم کر رہے ہو اللہ اُس سے غافل نہیں ہے کہ جو راہِ راست سے بھٹک گیا ہے اور اس نے حق کی حجّت کا انکار کر دیا ہے اور خدائے تعالےٰ کی ہدایت کی مخالفت کی اور نورِ خدا سے پھر گیا اور خلیفۂ خدا کی نافرمانی پر پل پڑا

پانی کے بدلے شراب کو اور نعمت کے بدلے عذاب کو. کامیابی کے بدلے بدبختی کو اور خوش حالی کے بدلے بدحالی کو اور وسعت کے بدلے تنگی کو اختیار کیا. کیا ایسا شخص اِس سے مطمئن ہو سکتا ہے کہ جو بدی اُس نے کی اُس کا بدلہ نہ پائے اور حق کے خلاف چلنے کا مزا نہ چکھے. اُن کو لازم ہے. کہ حقیقی وعید کا یقین رکھیں اور جن چیزوں سے اُن کو ڈرایا جاتا ہے وہ اُن پر پڑیں اور پھر پڑیں مگر یہ واقعہ اُس دن ہوگا جس دن کی تعریف خدائے تعالےٰ نے یوں فرمائی ہے. یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ۔ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ اِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ۝ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ قف فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ۝

(دیکھو صفحہ ۳۰۸ سطر ۷ لغایت ۱۰)

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۵۷۹

اور اُس درخت پر ریشمی کپڑا جس پر طرح طرح کی تصویریں کڑھی ہوئی ہوتی تھیں ڈال دیتے تھے پھر وہ لوگ اُس درخت کے لئے بکریاں اور گائیں لاکر بھینٹ چڑھاتے تھے. اور درخت کی قربانی کے لئے اُن کو ذبح کرتے تھے. پھر (سوکھی) لکڑیاں لاکر آگ روشن کرتے تھے. (اور قربانیوں کے گوشت کو اُس میں ڈال دیتے تھے پھر) جس وقت ان قربانیوں کا دھوآں اور اُن کے جلنے کی چراندھ ہوا میں پھیلتی تھی اور آسمان کے اور اُن کی نظر کے مابین حائل ہو جاتی تھی تو وہ سب کے سب اُس درخت کے لئے سجدہ میں گر پڑتے تھے اور رو رو کے اور گڑگڑا گڑگڑا کے کہتے تھے. اے ہمارے معبود! تو ہم سے راضی ہو جا. اور شیطان آکر اُس درخت کی ٹہنیوں کو ہلاتا تھا اور اُس کے تنہ میں سے لڑکوں کی سی آواز سے چیخ کر کہتا تھا اے میرے بندو! میں تم سے راضی ہوں. پس دل خوش رکھو اور آنکھیں ٹھنڈی. اُس وقت وہ لوگ سجدہ سے سر اُٹھاتے تھے اور شرابیں پیتے تھے. ڈھول بجاتے تھے اور اپنے ہاتھوں میں راکھی باندھتے تھے. (تصریح. راکھی دہلی کی زبان میں اُس چیز کو کہتے ہیں جو ہندو لوگ سلونو کے موقعہ پر اپنے اپنے پہونچے میں باندھ لیتے ہیں. دوسرے شہروں میں اور اور مقامات میں جو کچھ اِس کا نام ہو) اور ایک شبانہ روز اِس جگہ قیام کرکے اپنے اپنے گھروں کو پلٹ جاتے تھے. ایرانیوں نے اپنے مہینوں کے نام ابان اور آذر وغیرہ وغیرہ انہی بستیوں کے نام پر رکھے ہیں. اسی وجہ سے وہ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ یہ فلاں مہینے کی عید ہے. اور یہ فلاں مہینے کی عید ہے. پس جب سب سے بڑی بستی (اسفندار) کی عید آتی تو تمام چھوٹے بڑے جمع ہوتے. درخت صنوبر اور چشمہ کے پاس ریشمی سراپردہ نصب کرتے تھے. جس پر

قِسم قِسم کی تصویریں کڑھی ہوتی تھیں اور اُس سراپردہ کے بارہ دروازے ہوتے تھے۔ ہر ایک بستی والوں کے واسطے جُداگانہ دروازہ قرار دیا جاتا تھا۔ پھر وہ لوگ اُس سراپردہ کے باہر سے درختِ صنوبر کو سجدہ کرتے تھے اور اُس درخت کے لئے بہ نسبت اُن درختوں کے جو اُن کی بستیوں میں تھے کئی گُنا زیادہ قربانیاں چڑھاتے تھے۔ یہاں ابلیس آتا تھا اور درخت کو بڑے زور سے ہلاتا تھا اور اُس کے اندر سے بآوازِ بلند اُن سے باتیں کرتا تھا۔ اور دوسرے شیطانوں سے زیادہ اُن لوگوں سے وعدے بھی کرتا تھا اور اُمیدیں بھی دلاتا تھا۔ تب وہ لوگ خوش خوش سجدہ سے سر اُٹھاتے اور خوشی کے مارے پھُولے نہ سماتے اور شراب کی اور باجوں کی کثرت سے بات تک نہ کر سکتے تھے (اور نہ کان پڑی آواز سُنائی دیتی تھی) اور سال کی تمام عیدوں کے ہم عدد بارہ دن اور رات وہاں بسر کرتے تھے۔ پھر واپس چلے آتے تھے۔ بس جبکہ اُن کے کُفر کی مدت طولانی ہوگئی اور غیر خدا کی عبادت کرتے ہوئے اُن کو ایک زمانہ گذر گیا تو خداوندِ عالم نے یہودا ابنِ یعقوب کی اولاد میں سے ایک نبی کو اُن کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ بس وہ مدت تک اُن کو عبادتِ خدا کی طرف بُلاتے رہے اور معرفت و ربوبیتِ الٰہی کی تلقین کرتے رہے۔ لیکن وہ لوگ پیروی نہ کرتے تھے۔ جب نبیٔ خدا نے گمراہی اور ضلالت پر اُن کا اصرار اور ہدایت و نجات کے ماننے سے انکار دیکھ لیا۔ اور اُن کی بڑی بستی کی عید آگئی تو درگاہِ خدا میں عرض کی۔ اے میرے پروردگار! تیرے بندے میری تکذیب اور تیرے انکار پر اڑے ہوئے ہیں۔ اب یہ لوگ کل کے دن درخت کی پرستش کریں گے جو نہ انہیں کچھ نفع دے سکتا ہے اور نہ کچھ ضرر پہنچا سکتا ہے۔ خدایا! تو انہیں اپنی قدرت و قوت دِکھا دے۔ اِن کے کُل درختوں کو خشک کر دے۔ جب صبح ہوئی تو اُنھوں نے درختوں کو سوکھا ہُوا پایا۔ اس سے وہ بہت ہی ہراساں اور نااُمید ہوگئے۔ اور اُن کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک فرقہ تو یہ کہتا تھا کہ اِس شخص نے جو یہ گمان کرتا ہے کہ مَیں زمین و آسمان کے معبود کا رسول ہوں تمہارے معبودوں پر اس لئے جادُو کیا ہے کہ تمہیں تمہارے خداؤں سے برگشتہ کرکے اپنے خدا کی طرف متوجّہ کرے۔ دُوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ جب تمہارے خداؤں نے یہ دیکھا کہ یہ شخص اُن کو عیب لگاتا ہے۔ اُن کی بُرائیاں کرتا ہے اور تم کو اُن کی عبادت سے ہٹا کر اور کی طرف بُلاتا ہے تو وہ تم سے ناراض ہوگئے اور اُن کی رونق و خوبی تمہاری نظروں سے غائب ہوگئی۔ تاکہ تم اُن کا بدلہ لینے کے لئے اس شخص پر غضب و غصّہ ہو (تو اب تم ایک دل اور ایک جان ہوکر اِس کو قتل کرڈالو) بس وہ ملاعنہ نبیٔ خدا کے قتل پر متفق ہوگئے اور سیسے کے بڑے بڑے نل چوڑے مُنہ کے بنائے۔ پھر ایک نل چشمہ کی تہ میں نصب کردیا اور اُس میں تلے اُوپر اتنے نل جوڑے کہ بالائی حصّہ پانی کے باہر تک آگیا۔

پھر اُن لوگوں نے نلوں کے ذریعہ سے چشمہ کا پانی کھینچ لیا اور اُس کی تہ میں تنگ منہ کا ایک گہرا کنواں کھودا۔ اور اُس میں اپنے نبی کو ڈال دیا۔ اور اُس کے مُنہ پر ایک بڑا پتھر رکھ دیا۔ پھر انہوں نے اس چشمہ میں جو نل لگائے تھے وہ الگ کر لئے (کہ سارا چشمہ پانی سے بھر گیا) اور آپس میں کہنے لگے اب ہمیں امید ہے کہ ہمارے معبود ہم سے راضی ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ یہ تو انہوں نے دیکھ ہی لیا کہ جو اُن کی بُرائیاں کیا کرتا تھا اور ہم کو اُن کی عبادت سے روکا کرتا تھا۔ اُس کو ہم نے قتل کر دیا۔ اور ہزاروں من) مٹی کے نیچے دبا بھی دیا۔ اب تو بڑے معبود کو شفا ہو جائے گی اور اُس کی رونق و بہار جیسی تھی ویسی ہی پھر ہو جائے گی۔ پس وہ لوگ تمام دن اپنے نبی کی آہ و بکا سُنتے رہے کہ وہ درگاہ خدا میں عرض کر رہے ہیں خدایا! تو اس مقام کی تنگی اور میری بے چینی کو ملاحظہ فرما رہا ہے۔ اب میری کمزوری اور بیچارگی پر رحم فرما اور جلدی سے میری رُوح قبض کر لے۔ اور میری دعا قبول کرنے میں دیر نہ لگا۔ یہی فرماتے فرماتے اُن حضرتؑ نے انتقال کیا۔ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے جبرئیلؑ سے فرمایا اے جبرئیل! میرے ان بندوں کو میرے حلم نے جری بنا دیا۔ یہ لوگ میرے عذاب سے بے خوف ہو گئے کہ انہوں نے مجھے چھوڑ کر اوروں کی پرستش کی میرے رسول کو قتل کیا۔ کیا ان کا یہ گمان ہے کہ یہ میرے عذاب کی برداشت کر سکیں گے اور میری سلطنت سے نکل جائیں گے؟ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ میں اُن لوگوں سے انتقام لیتا ہوں۔ جو میری نافرمانی کرتے ہیں۔ اور میرے عذاب سے بےخوف رہتے ہیں۔ میں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ ان پر عذاب نازل کر کے خلائق کے لئے ان کو عبرت بناؤں۔ اب میں اُن کی کچھ بھی رعایت نہ کروں گا۔ پس جبکہ وہ لوگ عید منا رہے تھے ناگاہ بڑی تیز سُرخ رنگ آندھی نمودار ہوئی جسے دیکھ کر وہ سب کے سب حیران و خوف زدہ ہو گئے اور ایک دُوسرے سے لپٹنے لگے پھر زمین اُن کے نیچے گندھک بن کے تپنے لگی اور ایک کالے رنگ کی بدلی اُن پر چھا گئی جس سے اُن لوگوں پر بھڑکتے ہوئے انگارے پڑنے لگے۔ پس اُن کے بدن اُسی طرح پگھل گئے جس طرح آگ میں سیسہ گداختہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک ارشاد فرما کے جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا۔ خدا کا غضب اور اُس کا عذاب نازل ہونے سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کے سوا نہ کسی میں قدرت ہے اور نہ کوئی بلاؤں کو پھیر سکتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں ایک عورت اپنی کنیز کو ہمراہ لئے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کی یا ابن رسول اللہ! کیا انجام ہو گا اُس عورت کا جو عورت کے ساتھ چپٹی کھیلے؟ حضرتؑ نے فرمایا وہ جہنم میں جائیں گی۔ روزِ قیامت وہ میدانِ حشر میں لائی جائیں گی۔ آگ کی چادر اور آگ کی اوڑھنی اُنہیں اوڑھائی جائے گی اور آگ کے مونسے اُنہیں

لائے اور اُن جنابؑ کو یہ خبر پہنچی کہ معاویہ علیہ اللعن اُن حضرتؑ کو دُشنام دیتا ہے اور عیب لگاتا ہے اور اُن کے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ تو حضرتؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ میں ہی وہ داماد ہوں جس کی شان میں خدا نے آیہ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّ صِھْرًا نازل فرمایا ہے۔

ابو الحسن ابن زید ابن علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے جدِ بزرگوار جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام کا سنِ مبارک دریافت کیا۔ اُن جناب نے جواب دیا۔ مجھ سے میرے والدِ ماجد نے اُن سے جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں ایک موقع پر اُس سال میں جس سال میرے چچا جنابِ امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی ہے۔ اپنے پدرِ بزرگوار جناب امام حسین اور اپنے عم نامدار جناب امام حسن علیہما السلام کے پیچھے پیچھے مدینہ کے ایک کوچہ میں جا رہا تھا۔ میں اُس زمانہ میں بچہ تھا۔ ابھی بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ راستہ میں جابرؓ بن عبداللہ انصاری اور انسؓ بن مالک انصاری ایک جماعتِ قریش و انصار کے ساتھ اُن سے ملے جوں ہی جابرؓ نے میرے چچا اور میرے والدِ ماجد کو دیکھا بے اختیار جھک کر اُن حضرات کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگے۔ یہ حال دیکھ کر ایک مردِ قریشی نے جو مروانی تھا کہا اے جابرؓ! یہ تو تمہارا سن و سال اُس پر تم جنابِ رسولؐ خدا کے جلیل القدر صحابی۔ پھر تم یہ کیا کرتے ہو؟ یہ جابرؓ انصاری غزوۂ بدر میں بھی موجود تھے۔ جابرؓ نے جواب دیا۔ اے قریشی دُور ہو۔ اگر اِن دونوں کی فضیلت و منزلت جیسی کہ مجھے معلوم ہے تجھے بھی معلوم ہوتی تو تو اِن کے قدموں کے نیچے کی خاک کو اسی طرح چومتا جیسے کہ میں نے اِن کے قدم چُومے ہیں۔ پھر جابرؓ انصاری انسؓ بن مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو حمزہ! مجھ سے جنابِ رسولؐ خدا نے اِن دونوں کے وہ فضائل بیان فرمائے ہیں جن کے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ یہ مراتب کسی آدمی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ انسؓ نے کہا کہ اے ابو عبداللہ! وہ مراتب کیا ہیں؟ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جنابِ امام حسن اور جنابِ امام حسین علیہما السّلام تو وہاں سے تشریف لے گئے اور میں وہاں کھڑا ہوا ان لوگوں کی باتیں سنتا رہا۔ پس جابرؓ نے حدیث شروع کی اور فرمایا ایک دن جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ بہت سے لوگ آنحضرتؐ کے گرداگرد تھے۔ اُن جنابؐ نے مجھ سے فرمایا اے جابرؓ! حسنؑ و حسینؑ کو میرے پاس بُلا لاؤ۔ وہ حضرتؐ اِن دونوں پر بیحد فریفتہ تھے۔ پس میں گیا اور دونوں کو لے آیا۔ میں کبھی ایک شاہزادہ کو گود میں لیتا تھا کبھی دوسرے کو کندھے پر بٹھاتا تھا۔ حضرتؐ نے جو میری اُلفت اور میری تکریم اُن دونوں شاہزادوں کے ساتھ ملاحظہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ حضرتؐ کے چہرۂ مبارک سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ آنحضرتؐ

نے مجھ سے فرمایا اے جابرؓ! کیا تم ان دونوں کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان ہو جائیں ان کی دوستی سے مجھے کون چیز روک سکتی ہے؟ حالانکہ ان کا رتبہ جو حضور کے نزدیک ہے وہ ظاہر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے جابرؓ! کیا تم ان کے فضائل سننا چاہتے ہو؟ میں بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ فدا ہو جائیں ضرور بیان فرمایئے۔ حضرتؐ نے ارشاد کیا جبکہ خدائے تعالےٰ کو میرا پیدا کرنا منظور ہوا تو اُس نے میرا نور پاکیزہ سفید نطفہ کی صورت میں پیدا کر کے آدم علیہ السّلام کی صلب میں امانت رکھا۔ پھر وہ برابر پاک صلب سے پاکیزہ رحم کی طرف منتقل ہوتا ہوا نوحؑ اور ابراہیمؑ تک پہنچا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کے صلب میں آیا۔ اس عرصہ میں کبھی کفر کی نجاست نے مجھے آلودہ نہیں کیا۔ پھر یہ نطفہ دو حصّوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک حصّہ (میرے والد) حضرت عبداللہ کے صلب میں گیا۔ اُس سے میں پیدا ہوا۔ خدا نے مجھ پر نبوت ختم کر دی۔ دوسرا حصّہ (میرے چچا) حضرت ابوطالب کی صلب میں گیا۔ اُس سے علیؑ ابن ابیطالب کی ولادت ہوئی اور خدا نے وصایت اُن پر تمام کر دی۔ پھر دونوں نور ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اُس سے جبیرؑ و جبیرؑ یعنی حسنؑ و حسینؑ متولد ہوئے اسباطِ نبوت کا اِنہی دونوں پر خاتمہ ہوا اور میری اولاد کا سلسلہ انہی دونوں سے چلا اور خدائے تعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ کفر کی ایک بستی یا بہت سی بستیاں فتح کروں۔ خداوندِ عالم تمام زمین کو اُس کے ظلم وجور سے بھر جانے کے بعد عدل و انصاف سے معمور کر دیگا۔ یہ (میرے نواسے) دونوں پاک و پاکیزہ ہیں۔ یہ دونوں تمام جوانانِ اہلِ بہشت کے سردار ہیں۔ خوشحال اُس کا جو اِن دونوں سے اور اِن کے باپ سے محبت رکھے اور ویل ہے اُس کے لئے جو ان سے دشمنی کرے اور اِن کو رنج پہنچائے۔

تفسیرِ ثعلبی میں ہے ابنِ سیرین کہتا ہے کہ یہ آیت جنابِ رسولِؐ خدا اور جناب علیؑ ابن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے اُس وقت جبکہ حضور سرورِ عالمؐ نے اپنی پارۂ جگر فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا نکاح جناب امیرالمومنینؑ کے ساتھ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر علیؑ ابن ابی طالب پیدا نہ ہوتے تو فاطمہؑ زہرا کے لئے کفو (یعنی ہمسر) ہی ممکن نہ تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جنابِ رسولِؐ خدا نے (جناب علی مرتضےٰ صلوات اللہ علیہ سے مخاطب ہو کے) فرمایا کہ اے علیؑ! اگر تم نہ ہوتے تو روئے زمین پر میری فاطمہؑ کا کفو نہ ملتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۹۹

تفسیرِ برہان میں ہے کہ عبداللہ بن حرث بن نوفل نے جناب امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جب آیت وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلّم نے اولادِ عبدالمطلب کو جمع کیا۔ وہ چالیس یا اُنتالیس آدمی تھے۔ پس آنحضرتؐ نے پہلے تو عام طور سے پھر ہر ہر شخص سے استفسار فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو (اس وقت تو) میرا بھائی اور میرا وزیر بنے (اور میرے بعد تم لوگوں میں) میرا خلیفہ۔ میرا وصی اور میرا وارث ہو۔ اس کے جواب میں ہر ایک انکار کرتا رہا تا آنکہ حضرت علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام وارد ہوئے اُنھوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں ان خدمات کے لئے حاضر ہوں۔ یہ سُنکر جناب سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا اے اولادِ عبدالمطلب دیکھو یہ علیؑ ابنِ ابیطالب میرا وزیر ہے اور میرے بعد تم میں یہی میرا وارث اور میرا خلیفہ ہوگا۔ پس وہ آپس میں ہنستے ہوئے اُٹھ گئے اور جناب ابوطالبؑ سے کہنے لگے۔ لیجئے! اب آپ اپنے بیٹے کی اطاعت کریں کہ آپ کے بھتیجے صاحب آپ کو یہی حکم دیتے ہیں۔ حضرت عبدؓاللہ ابنِ عباسؓ نے جناب امیرؑالمؤمنین سے روایت کی ہے وہ جنابؑ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولؐ خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! خدا نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ یہ سُنکر میں اس سے دل تنگ ہوا اور میں یہ جانتا تھا کہ جب میں ان کے سامنے اس معاملہ کے اظہار کی جرأت کرونگا۔ تو ان سے مجھے وہ کچھ دیکھنا پڑے گا جو مجھے ناگوار ہوگا۔ پس میں اس معاملہ میں خاموش ہو رہا۔ آخر جبرئیل علیہ السّلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمدؐ! اگر آپ اس حکم خدا کی تعمیل نہ کریں گے۔ تو یہ امر آپ کے پروردگار کی سخت ناراضی کا باعث ہوگا۔ اے علیؑ میں حکم خدا کو ضرور پورا کروں گا۔ تم ایک صاع آٹے کی روٹی اور ایک ران بکری کی تیّار کرلو اور ایک پیالہ دودھ مہیا کر رکھو۔ پھر اولادِ مطلب کو کھانے کے لئے بُلالاؤ تاکہ میں اُن سے گفتگو کروں اور جو حکم مجھ کو دیا گیا ہے وہ اُن تک پہنچادوں (جناب امیرؑالمؤمنین فرماتے ہیں کہ) جو حکم آنحضرتؐ نے مجھے دیا تھا میں نے اُس کی تعمیل کی۔ پھر میں نے حسب ارشادِ جناب رسولِ خدا کھانا تیار کرکے اولادِ عبدالمطلب کو بُلایا۔ اُس دن وہ سب چالیس آدمی تھے یا اس تعداد سے ایک زیادہ ہو یا ایک کم۔ منجملہ اُن کے جناب رسولِ خدا کے چچا ابوطالبؑ۔ حمزہؓ۔ عباسؓ۔ ابولہبؔ بھی تھے۔ جب وہ سب جمع ہو گئے۔ جناب رسولؐ خدا نے مجھے اُس کھانے کے حاضر کرنے کا حکم دیا جو میں نے اُن کے لئے تیار کیا تھا پس میں نے وہ کھانا لاکر حضرتؐ کے سامنے چُن دیا۔ آنحضرتؐ نے اُس میں سے ایک بوٹی اُٹھائی اور دندانِ مبارک سے کاٹکر اُسی رکابی کے کنارے پر رکھ دی جس میں سالن تھا۔ پھر فرمایا بسم اللہ نوش کیجئے۔ پس اُن لوگوں نے اتنا کھایا کہ کسی کے پیٹ میں گنجائش باقی نہیں رہی۔ میں اُسی خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ کھانا جو میں نے اُن کے سامنے رکھا تھا اتنا تھا کہ اُن میں کا ایک آدمی اُسے کھالیتا مگر میں نے کھانے پر اُن لوگوں کی اُنگلیوں کے

نشان ہی نشان دیکھے (کھانا بجنسہٖ باقی رہا) پھر میں دُودھ کا کاسہ اُن کے سامنے لایا۔ وہ دُودھ اُن سب نے خوب پیا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔ حالانکہ وہ دُودھ اتنا تھا کہ اُن میں سے ایک ہی آدمی پی لیتا۔ بعد فراغ جونہی جناب رسولِ خدا نے اُن لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ کیا۔ ابولہب جلدی سے بول اُٹھا کہ دیکھا تمہارے میزبان نے تم پر کیسا جادو کیا ہے۔ یہ سُنکر وہ سب کے سب چل دیئے اور متفرق ہو گئے۔ آنحضرتؐ کچھ بھی نہ فرمانے پائے۔ دُوسرے دن پھر مجھ سے فرمایا۔ اے علیؑ! دیکھی تم نے اِس مردک کی چالاکی کہ مجھ سے پہلے ہی ایسی بات کہدی جس سے وہ سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں اُن سے کچھ بھی نہ کہنے پایا۔ (خیر) پھر آج تم کل کی طرح کھانا تیار کر کے ان سب کو دعوت دینا۔ چنانچہ میں نے ارشادِ نبوی کے موافق کھانا تیار کر کے اُن سب کو جمع کر لیا۔ آنحضرتؐ نے کھانا طلب فرمایا۔ میں نے حاضر کیا۔ پس آنحضرتؐ نے روزِ گزشتہ کی مانند ایک بوٹی دانتوں سے توڑ کر سالن کے کاسہ میں رکھ دی۔ پھر اُن سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کسی کو خواہش طعام باقی نہیں رہی۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انہیں دُودھ بھی پلاؤ۔ چنانچہ میں نے وہ دُودھ کا پیالہ رکھ دیا۔ وہ سب کے سب اُسے پیکر اچھی طرح سیراب ہو گئے۔ پس جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عبدالمطلب کے فرزندو! خدا کی قسم میں نے تو اِس ملکِ عرب میں کسی کو نہیں سُنا جو اپنی قوم کے لئے مجھ سے بہتر چیز لایا ہو۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی خیر و خوبی لیکر آیا ہوں۔ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اُس کی طرف بُلاؤں۔ پس تم میں کون ایسا ہے جو خدا پر ایمان لائے اور میرا دین جاری کرنے میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ اب تو وہ میرا بھائی اور میرا وزیر ہو اور میرے بعد وہ میرا وصی اور میرا خلیفہ میرے کُنبہ میں ہو جائے۔ یہ سُنکر سب نے مُنہ پھرا لیا اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا حالانکہ میں اُن سب میں کم عمر تھا۔ میری آنکھیں بھی صاف نہ تھیں۔ پیٹ بھی میرا بڑا تھا۔ پنڈلیاں بھی میری دُبلی پتلی تھیں اور میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں آپ کی رسالت کے امور سرانجام دینے کے لئے حاضر ہوں۔ حضور مجھ کو اپنا وزیر بنا لیں۔ پس آنحضرتؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کے اُن لوگوں سے ارشاد فرمایا (ایھا الناس!) یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا وزیر اور میرا خلیفہ تم لوگوں میں ہے۔ تم سب اِس کی سُننا اور اِس کی ماننا۔ یہ سُنکر وہ لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوطالبؑ سے کہنے لگے لیجئے آپ کا بھتیجا آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے بیٹے کی سُنیں اور اُس کی اطاعت کیا کریں۔

بروایتِ ابورافع آزاد کردہ جنابِ رسولِ خدا منقول ہے کہ ایک روز جناب رسولؐ خدا نے شعبِ ابوطالب میں تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کیا وہ سب لوگ حضرت عبدالمطلب کی صُلبی اولاد میں سے

چالیس آدمی تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن کے لئے بکری کی ایک ران پکوائی۔ پھر ایک کاسہ میں روٹی چوری گئی اور شوربا اور گوشت اُس میں ملایا گیا۔ بعد اس کے وہ کاسہ اُن لوگوں کے سامنے رکھا گیا۔ پس اُنہوں نے خوب سیر ہو کے کھایا کہ اُن کی کوکھیں تن گئیں۔ پھر اُن کو ایک پیالہ دُودھ پلایا کہ وہ سب کے سب اُسی پیالے سے سیراب ہو گئے۔ ابولہب بولا خدا کی قسم اگر ہم میں سے ایک کو بھی اتنا کھانا کھلایا جاتا تو وہ ہرگز سیر نہ ہوتا۔ اور اگر اس دُودھ کے برابر نبیذ پلائی جاتی تو وہ سیراب نہ ہوتا۔ اور فرزند ابوکبشہ نے ہم سب کو بلا کر ایک ران گوشت اور ایک پیالہ سے سیر و سیراب کر دیا۔ ہو نہ ہو یہ تو کھُلا جادو ہے۔ ابو رافع کہتے ہیں دوسرے دن پھر اُن سب کی جنابِ رسولؐ خدا نے دعوت کی۔ پس (جب وہ کھا چکے تو) حضرتؐ نے فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے کنبہ والوں اور خالص رشتہ داروں کو خدا سے ڈراؤں۔ تم لوگ میرے عزیز قریب ہو اور خالص رشتہ دار ہو۔ (سنو!) خدا نے جتنے نبی بھیجے ہیں ہر ایک کے لئے اُسی کے کنبہ میں سے اُس کا قوتِ بازو۔ وزیر۔ وارث اور وصی مقرر کیا ہے۔ پس تم میں سے ایسا کون ہے جو اِس وقت اُٹھ کر مجھ سے بیعت کرے کہ وہی میرا قوتِ بازو اور وزیر ہو اور وہی میرا وارث۔ دوسرا میرے کنبہ میں سے میرا وارث ہو اور وہی میرے تمام تابعین میں میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو۔ اور اُس کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسٰیؑ سے تھی۔ فرق اتنا ہی رہے کہ وہ میرے بعد نبی نہ ہوگا۔ یہ سُنکر سب خاموش ہو رہے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم ابھی ایک شخص تم میں سے اُٹھ کھڑا ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا۔ اُس وقت تم کو ندامت ہوگی (حضرتؐ یہ فرما ہی رہے تھے کہ) جنابِ امیرالمؤمنین علیؑ ابن ابیطالب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب کے سب حضرت علیؑ کو دیکھ رہے تھے۔ پس اُن جنابؑ نے جناب رسولؐ خدا سے بیعت کی اور اُن کے ارشاد کو قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس آؤ۔ جب وہ قریب گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اپنا مُنہ کھولو۔ جب اُنہوں نے مُنہ کھولا تو آنحضرتؐ نے کچھ لعابِ دہن ڈال دیا اور کچھ دونوں شانوں اور کچھ دونوں چھاتیوں کے مابین مل دیا۔ اس پر ابولہب نے کہا آپ نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ بہت ہی بُرا سلوک کیا کہ اُس نے تو آپ کی بات مانی اور آپ نے اُس کے مُنہ اور چہرہ کو تھوک سے بھر دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (کہ تو جھک مارتا ہے) میں نے تو علیؑ کو علم و حکمت اور احکامِ دین سے مملو کر دیا ہے۔

براء بن عازب سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اولادِ عبدالمطلب کو جمع کیا وہ چالیس نفر تھے کہ ہر ایک اُن میں سے ایک بکرا کھا جاتا تھا۔ اور ایک بڑا کاسہ دُودھ کا پی جاتا تھا۔ پس آنحضرتؐ نے جناب علیؑ مرتضٰے سے فرمایا اے علیؑ! ایک ران بکرے کی تیار کرو۔ جب یہ کھانا تیار ہو گیا تو حضرتؐ نے فرمایا بسم اللہ! سب صاحب

کھانا کھائیں۔ پس دس دس آدمیوں نے مل کر خوب پیٹ بھر کے کھایا۔ پھر آنحضرتؐ نے دُودھ کا ایک پیالہ طلب کیا اور اُس میں سے ایک گھونٹ نوش فرما کے سب کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا بسم اللہ! پیو۔ وہ دودھ پیکر سب سیراب ہو گئے۔ پس ابولہب سب سے پہلے بولا۔ دیکھو اِس شخص نے تم پر کیسا جادو کیا ہے اک تھوڑے سے کھانے سے اور دُودھ سے تم سب کو سیر و سیراب کر دیا۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ دوسرے دن پھر اُن سب کی ویسی ہی دعوت کی۔ جب وہ کھا پی چکے تو آنحضرتؐ نے اُن سب کو نصیحت فرمائی اور خدا کا خوف دلایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اے اولادِ عبدالمطلب! آگاہ ہو جاؤ۔ میں تم سب کی طرف خدا کی جانب سے بشیر و نذیر ہو کر آیا ہوں۔ تم سب اسلام لاؤ۔ میری اطاعت کرو کہ ہدایت پاؤ گے اور راہِ راست پر آ جاؤ گے۔ پھر فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو امورِ رسالت میں میرا قوتِ بازو بنے اور میرا کام بٹائے تاکہ وہ میری طرف سے حاکم اور میرے بعد میرا وصی اور خلیفہ ہو۔ اور میرا قرض بھی ادا کرے۔ حضرتؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ سب کے سب خاموش رہے۔ مگر جناب علیؑ ابن ابیطالب علیہ السّلام ہر دفعہ کھڑے ہو جاتے تھے اور عرض کرتے تھے یا رسولؐ اللہ! اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں۔ جب تیسری بار بھی جنابِ علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے یہی جواب دیا تو جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ تم ہی میرے خلیفہ اور وصی ہو۔ پس وہ لوگ یہ سُنکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوطالب سے کہنے لگے۔ لیجئے اب آپ بھی اپنے بیٹے کی اطاعت کیا کریں کہ اُسے آپ پر محمدؐ (رسول اللہ) نے حاکم بنا دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۵۹۹

تفسیر مجمع البیان میں ہے عیاشی نے روایت کی ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا۔ شعرا سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے دین کے برخلاف فقہ بنا لی ہے۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی اُنہوں نے گمراہ کر دیا۔ الاعتقادات میں ہے کہ اُنہی حضرتؑ سے اس کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں شعرا سے مُراد وہ لوگ ہیں جو جھوٹے قصّے بیان کیا کرتے ہیں۔ (التصریح۔ دونوں قسم کے جھوٹے آ گئے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۰۲

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے والد ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ اُن جناب نے ارشاد فرمایا کہ سلیمان ابن داؤد علیہما السّلام زمین کے مشرق و مغرب کے مالک ہو گئے تھے اور اُن حضرتؑ نے سات سَو برس اور چھ مہینے بادشاہت کی۔ دنیا میں جتنے رہنے والے ہیں سب پر اُن کی سلطنت یکساں تھی۔ جن ہوں یا انسان

شیاطین ہوں یا چوپائے، پرندے ہوں یا درندے۔ اور اُن حضرت کو ہر چیز کا علم دیا گیا تھا اور ہر جاندار کی بولی سکھائی گئی تھی اور اُن حضرت کے زمانے میں ایسی ایسی عجیب صنعتیں عمل میں لائی گئیں جن کا اُن سے پہلے لوگ ذکر ہی سُنا کرتے تھے (دیکھی کسی نے بھی نہ تھیں) خدا تعالےٰ کے اس قول عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ کا یہی مطلب ہے۔

الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سے مراد ہے سلطنت اور نبوّت (دونوں چیزیں)

البصائر میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی حضور میں یہ پوری آیت تلاوت کی تو حضرت نے فرمایا کہ اصل میں تو مِنْ نہ تھا۔ اصل تو یوں تھی وَاُوْتِيْنَا كُلَّ شَيْءٍ "قولِ مترجم۔ جو مُرید آج تک اپنے پیروں کے عیب چھپانے کے لئے ہِمْہِنَاتے پھرتے ہیں وہ اس روایت کو ذرا غور سے دیکھیں۔ نحوی ترکیب اور معانی و بیان کے قواعد سے بھی مطابقت کریں فصاحت و بلاغت سے بھی جانچیں اور پھر دیکھیں کہ جن کے گھر میں کلامِ خدا نازل ہوا ہے وہ اُس کے سمجھنے اور بتلانے کے زیادہ اہل ہیں یا عمرو و بکر و زید کہ ان میں سے کوئی جولاہا تھا تو کوئی دری باف۔ کوئی بزّاز تھا تو کوئی دلّال۔ کوئی حلاق تھا تو کوئی حجّام۔ کوئی جرّاح تھا تو کوئی فصّاد۔ کلامِ خدا سے اُن لوگوں کو اور اُن لوگوں سے کلامِ خدا کا واسطہ کیا۔ سوائے اس کے بائے بسم اللہ سے سین ناس تک طوطے کی طرح رٹ لیں مگر خدا استیاناس کرے جو ایک لفظ بھی سمجھیں؛

کافی میں جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام سے منقول ہے۔ حضرت نے فرمایا امام پر کسی طرح کی بولی مخفی نہیں نہ آدمیوں کی نہ پرندوں کی نہ چوپایوں کی بلکہ وہ ہر ذی رُوح کی زبان جانتے ہیں اور جس میں یہ خصلت نہ ہو وہ امام نہیں ہوسکتا۔ منقول ہے ایک دن دولت خانۂ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی دیوار پر اُن جناب کے سامنے کبوترِ سفید کا ایک جوڑا آکر بیٹھا اور اس نے اپنی بولی میں حضرت سے باتیں کیں۔ حضرت ایک ساعت تک اُنہی کی زبان میں اُن کو جواب دیتے رہے۔ پھر وہ جوڑا اُڑ گیا اور دوسری دیوار پر بیٹھ کر کبوتر نے اپنی مادہ کو آواز دی۔ اور تھوڑی دیر گو نجتا رہا۔ پھر دونوں اُڑ گئے۔ کسی نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ پرندہ کیسا ہے؟ حضرت نے فرمایا ہر شئے جس کو حق تعالےٰ نے پیدا کیا ہے خواہ وہ پرندہ ہو یا چوپایہ یا کوئی دوسری ذی رُوح چیز ہو وہ اولادِ آدمؑ سے زیادہ ہماری بات کو سنتی اور ہماری اطاعت کرتی ہے اس کبوتر نے اپنی مادہ پر بدگمانی کی تھی اُس نے ہر چند قسمیں کھائیں کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے (مگر کبوتر کو یقین نہ آیا) پس وہ کبوتر بولا اچھا حضرت محمد بن علی علیہما السّلام کے فیصلہ پر تو راضی ہو جائیگی؟

اُس نے کہا میں راضی ہوں۔ وہ دونوں میرے پاس آئے۔ میں نے جواب دیا کہ بے شک کبوتر نے اپنی مادہ پر ظلم کیا ہے۔ اُس وقت کبوتری کو اُس نے سچا جانا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۶۰۵

کافی میں جناب امام علی نقی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آصف بن برخیا کے اسم اعظم کا وہ حرف پڑھتے ہی زمین اُس مقام سے سبا تک سب سمٹ گئی کہ اُنہوں نے بلقیس کا تخت اپنے ہاتھ سے لیکر حضرت سلیمان علیہ السّلام کے سامنے کردیا۔ پھر پلک جھپکنے سے پہلے زمین ویسی ہی پھیل گئی۔ جیسے پہلے تھی۔ تفسیر عیاشی میں اُنہی حضرتؑ سے یوں منقول ہے کہ جس کو کتاب کا تھوڑا سا علم دیا گیا وہ آصف بن برخیا تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سلیمان علیہ السلام اُس چیز کی معرفت سے عاجز تھے جس کی معرفت آصف کو حاصل تھی۔ بلکہ سلیمان علیہ السّلام کی غرض یہ تھی کہ اس سے تمام جنوں اور انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ سلیمانؑ کے بعد اُن کے خلیفہ اور حجت خدا آصف بن برخیا ہیں اور آصف کو جتنا بھی علم تھا وہ بحکم خدا حضرت سلیمان ہی نے اُن کو سکھایا تھا تاکہ اُن کی امامت میں کوئی اختلاف نہ کر سکے جس طرح کہ حضرت داؤدؑ نے اپنی زندگی میں حضرت سلیمانؑ کو علوم تعلیم کردیے تھے۔ تاکہ حضرت سلیمانؑ کی نبوت و امامت لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور مخلوق پر پوری حجت قائم ہو۔

تفسیر برہان میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے اسم اعظم کے ۷۳ حروف قرار دیے ہیں۔ منجملہ اُن کے آدم علیہ السلام کو ۲۵ حرف عطا فرمائے تھے اور نوح علیہ السّلام کو ۱۵۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو ۸۔ اور موسےٰ علیہ السلام کو چار۔ اور عیسےٰ علیہ السّلام کو ۲۔ اِنہی کے ذریعے سے وہ مُردوں کو بھی زندہ کردیتے تھے۔ اور مادر زاد اندھے اور مبروص کو تندرست کردیتے تھے اور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۷۲ حروف عطا فرمائے اور صرف ایک حرف پوشیدہ رکھا تاکہ کسی شخص کو ارادۂ خدا کا علم نہ ہو سکے اور نہ کوئی بندوں کے دل کے بھید سے آگاہ ہونے پائے۔

عبد اللہ ابن بکیر کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا جو لوگ وہاں موجود تھے اُنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کے علم اور اُن کی سلطنت کا ذکر کیا۔ حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کو اسم اعظم کا صرف ایک حرف عطا ہوا تھا لیکن بخدا تمہارے امام علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کو جن کی شان میں خدا نے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ٥ (دیکھو صفحہ ۴۰۵ سطر ۱۰) فرمایا ہے پوری کتاب کا علم حاصل تھا۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں فدا ہو جاؤں بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔

(قول مترجم) وصی جناب سلیمان علیہ السلام کی نسبت خدائے تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ ۰ فرمایا۔ جس کا مِنْ تبعیضیہ ہے جو بتلاتا ہے کہ کتاب کے ایک جزو کا علم دیا گیا تھا اور وصی جناب رسولؐ خدا کی نسبت فرمایا۔ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ۰ (تفصیل کے لئے دیکھو نوٹ نمبر ۴ مندرجہ صفحہ ۴۰۵) اسی وجہ سے وصی آنحضرت اس قابل قرار پایا کہ نبوت کی شہادت دینے میں شریک خدا ہو۔ حالانکہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔

عمرو بن حنظلہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی اے مولا! میرا گمان ہے کہ مجھے حضور کی جناب میں ایک منزلت خاص حاصل ہو گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کی اے آقا! مجھے ایک ضرورت ہے فرمایا وہ کیا؟ میں نے عرض کی مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے۔ فرمایا اُس کے سیکھنے کی تم میں قوت وطاقت بھی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا اچھا اس گھر میں چلے جاؤ۔ جب میں اُس گھر کے اندر چلا گیا تو حضرت نے زمین پر اپنا دستِ مبارک رکھا۔ ناگاہ سارے مکان میں تاریکی چھا گئی۔ بس میرے پہلو کا پننے لگے۔ بدن میں لرزہ پڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہیئے اب بھی آپ اسم اعظم سیکھینگے؟ میں نے عرض کی جی نہیں۔ حضرت نے دستِ مبارک زمین سے اُٹھا لیا۔ مکان اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

سید رضی رحمہ اللہ الخصائص میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام مسجد میں رونق افروز تھے کہ دو شخص جھگڑتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے کہ ایک اُن میں خارجی تھا اُن دونوں نے اپنے مقدمہ میں حضرت سے فیصلہ چاہا (دونوں کے دعوے سن کر) حضرت نے جو حکم دیا وہ ملعون خارجی کے خلاف ہوا۔ اُس نے کہا خدا کی قسم آپ نے انصاف نہیں کیا۔ اور فیصلہ ٹھیک نہیں دیا۔ اور خدا کی مرضی کے موافق آپ نے حکم نہیں سُنایا۔ پس حضرت نے اُس کی طرف دستِ مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰہِ (او دشمنِ خدا دُھوت) حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ وہ کالا کتا بن گیا۔ حاضرینِ دربار کا بیان ہے قسم بخدا ہم نے دیکھا کہ اُس کے کپڑے اُس کے جسم سے علیحدہ ہو کر ہوا میں اُڑ گئے اور وہ حضرت کے سامنے دُم ہلانے لگا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر اُس کے چہرے پر بہنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت کا دل بھر آیا۔ پس حضرت نے آسمان کی طرف دیکھا اور لب ہائے مبارک کو حرکت دے کے کچھ فرمایا جسے ہم نے بالکل نہ سُنا۔ پھر قسم بخدا ہم نے دیکھا کہ وہ خارجی اپنی صورت پر لوٹ آیا اور آدمی ہو گیا۔ اور اُس کے کپڑے بھی ہوا سے اُڑتے ہوئے اُس کے شانوں پر آ پڑے۔ جب وہ مسجد سے جانے لگا تو ہم نے دیکھا کہ پاؤں اُس کے لرز رہے ہیں۔ پس ہم لوگ نہائیت متحیر ہو کر جناب امیر المومنین

علیہ السلام کی طرف نظر کرنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ کیا دیکھتے ہو اور کیوں تعجب کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی یا امیر المومنین ہم کو حیرت کیوں نہ ہو حالانکہ آپ نے ایک عجیب کام کیا ہے حضرت نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ آصف بن برخیا وصی حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ایک ایسا کام کیا تھا جو اس سے بہت مشابہ تھا۔ اُس کا تذکرہ خدائے تعالیٰ اپنی کتاب میں اُس جگہ فرماتا ہے۔ جہاں یہ ارشاد ہوا ہے۔ اَیُّکُمۡ یَاۡتِیۡنِیۡ بِعَرۡشِہَا قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ۝ قَالَ عِفۡرِیۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِکَ ۚ وَ اِنِّیۡ عَلَیۡہِ لَقَوِیٌّ اَمِیۡنٌ ۝ قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَہٗ قَالَ ہٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ ۟ۖ قف لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ ؕ وَ مَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۰۵ سطر ۷ تا صفحہ ۶۰۶ سطر ۳) اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارے رسولؐ کا خدا کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے یا سلیمان علیہ السلام کا؟ اُن لوگوں نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین ہمارے نبیؐ افضل ہیں۔ حضرت نے فرمایا پس تمہارے نبیؐ کا وصی بھی سلیمانؑ سے زیادہ گرامی قدر ہے۔ وصیِ سلیمانؑ کو اسم اعظم کا صرف ایک حرف عطا کیا گیا تھا۔ جس کے ذریعہ سے اُنہوں نے خدا سے دعا مانگی۔ (اثر اُس کا یہ ہوا کہ) اُس مقام سے لے کر تختِ بلقیس تک کی ساری زمین دھس گئی اور پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کر دیا۔ اور ہمارے پاس تو اسم اعظم خدائے تعالےٰ کے بہتّر حرف ہیں۔ صرف ایک ہی حرف ایسا ہے جس کا علم اُس نے تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے اُسے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ حاضرینِ دربار نے عرض کی یا امیر المومنین جب آپ کے پاس ایسی چیز موجود ہے تو پھر آپ کو معاویہ وغیرہ سے لڑنے کے لئے انصار کی اور لوگوں کو دوسری لڑائی کے واسطے جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ ۝ لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَ ہُمۡ بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۶ سطر ۶، ۷) پھر ارشاد فرمایا کہ میں جو ان لوگوں کو معاویہ سے لڑنے کے لئے بلاتا ہوں اُس کی غرض تو یہ ہے کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور کارِ خدا کے لئے تکلیف اُٹھانے کے عادی ہو جائیں اور اگر معاویہ کو ہلاک کرنے کا حکم ہو گیا ہوتا تو پھر تاخیر کیوں ہوتی لیکن (اُسے تو مہلت دیگئی ہے۔ یہ تو مخلوق خدا کے امتحان کے لئے ہے) خدائے تعالےٰ کو اختیار ہے کہ جس جس چیز سے اور جس جس طرح چاہے اپنی مخلوق کا امتحان لے" حاضرینِ دربار کا بیان ہے کہ ہم حضرت کے پاس سے اُٹھے تو اس حال میں اُٹھے کہ حضرت نے جو کچھ فرمایا تھا اُس کی ہمارے دلوں میں بے حد عظمت تھی۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت موسئے ابن جناب امام محمد تقی بن جناب امام علی رضا ابن جناب امام موسی کاظم علیہم السّلام کی ملاقات یحیےٰ ابن اکثم سے ہوئی۔ اُس نے آپ سے کچھ مسائل دریافت کئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے برادر مکرم جناب امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے مجھ سے بہت سی نصیحت کی باتیں ارشاد فرمائیں۔ تاآنکہ میں نے اپنی سرکشی چھوڑی اور حضرت کی اطاعت کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کی کہ میں قربان ہو جاؤں ابن اکثم نے مجھ سے کچھ مسئلے دریافت کئے ہیں جن کا میں اُسے جواب دینا چاہتا ہوں حضرت نے تبسّم فرما کے دریافت کیا کہ آیا کسی مسئلہ کا جواب دے بھی دیا ہے؟ میں نے عرض کی ابھی تو نہیں دیا فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ میں نہیں جانتا۔ عرض کی یہ تو میں نے نہیں کہا۔ فرمایا اچھا اُس کے سوالات کیا کیا تھے؟ عرض کی ایک سوال تو یہ تھا کہ مجھے بتلاؤ آیا سلیمان علیہ السّلام آصف ابن برخیا کے علم کے محتاج تھے یا نہیں؟ پھر اسی طرح اور سوالات کا ذکر کیا (جنہیں سماعت فرما کر) حضرت نے ارشاد فرمایا اچھا بھائی لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تم نے خدائے تعالےٰ کے اس قول کی بابت جو اُسی کی کتاب میں ہے: "قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ" سوال کیا ہے تو سمجھ لو کہ اس سے مُراد آصف ابن برخیا ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السّلام اُن چیزوں کی معرفت سے جن کو آصف ابن برخیا جانتے تھے بے بہرہ یا عاجز نہیں تھے۔ بلکہ اُن حضرت کا مقصود یہ تھا کہ اُن کی تمام اُمّت خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا آدمیوں میں سے یہ جان لیں کہ آصف ابن برخیا اُن حضرت کے بعد حجّت خدا ہیں۔ اور یہ کہ سلیمان ابن داؤد علیہما السّلام نے اپنا علم حکم خدا سے آصف ابن برخیا کے سپرد فرما دیا ہے اور خدائے تعالےٰ نے اُنہی حضرت کو اس کے سمجھنے کا فہم عطا فرمایا ہے جیسا کہ سلیمان علیہ السّلام کو حضرت داؤد علیہ السّلام کی زندگی میں علم و فہم عطا فرما دیا تھا کہ اُن کی امامت و نبوّت بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے مسلّم ہو گئی تھی۔ اسی طرح یہ مقصود تھا کہ آصف بن برخیا کی امامت و وصایت کے بارے میں بھی کوئی اختلاف واقع نہ ہو اور مخلوق خدا بے تامّل اُن کو حجّت خدا سمجھ لے۔

تمام شد